R. No. 2186/57

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ٹیلیفون - ۲۹
قیمت فی پرچہ [illegible]
سالانہ [illegible] روپے

تاریخ اشاعت
[illegible]

جلد ۲۴ - شمارہ ۴۵	ایڈیٹر: آل احمد سرور	یکم دسمبر ۱۹۶۵ء

اداریہ

نئی دہلی میں انجمن کے دفتر کے لیے زمین

اردو دوستوں کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ انجمن ترقی اردو ہند کو بالآخر نئی دہلی میں اپنا دفتر بنانے کے لیے زمین مل گئی ہے۔ انجمن دو سال سے اس کی کوشش کر رہی تھی اور حکومت ہند کے وزیر تعمیرات نے اس سلسلے میں گہری ہمدردی کا اظہار کیا تھا لیکن حکومت نے حال ہی میں نئی دہلی میں رفاہی اور قومی اداروں کو زمین ایک لاکھ روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے مختلف قطعوں میں تقسیم کر کے قرعہ اندازی کے ذریعے دینی چاہی تھی۔ چنانچہ نومبر میں قرعہ اندازی کے ذریعے چوتھائی ایکڑ زمین انجمن کو مل گئی ہے۔ امید ہے کہ دو تین ہفتے میں زمین پر انجمن کا قبضہ ہو سکے گا اور اس کے بعد جلد سے جلد انجمن کے دفتر کی عمارت بنانے کا کام شروع ہو سکے گا۔ اس وقت تعمیر کے کام میں خاصی دشواریاں ہیں، ویسے بھی انجمن کی ضروریات کے لیے کئی منزلوں کی عمارت درکار ہوگی، مگر ہمیں امید ہے کہ کچھ انجمن کے اپنے وسائل، کچھ حکومت کی امداد اور کچھ دوستوں کے تعاون سے ہم ڈیڑھ دو سال کے اندر انجمن کے شایان شان عمارت تیار کر سکیں گے۔ دراصل انجمن کے دفتر کو دہلی منتقل کرنے میں دیر اس وجہ سے ہو رہی تھی کہ اب تک انجمن کو باوجود پوری کوشش کے مناسب زمین نہ مل سکی۔ اب یہ زمین مل جانے پر دوسرے مرحلے شروع ہونے کی امید ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہندوستان کی راجدھانی سے انجمن اپنے کاموں کو اور بڑھا اور پھیلا سکے گی، حکومت کو بھی اردو کی ضروریات کا زیادہ احساس دلا سکے گی اور ملک کے دوسرے ادبی اور علمی حلقوں کا زیادہ تعاون حاصل کر سکے گی۔ انجمن کو ایک طرف اردو زبان کی بقا اور ترقی کے لیے اپنی جدوجہد تیز کرنا ہے اور دوسری طرف اردو ادب میں اضافہ کرنے اور اردو کے علمی سرمائے کو بڑھانے کے لیے موثر قدم اٹھانے ہیں۔ عملی کوششیں یہ سب کام اس طرح انجام نہیں دیے جا سکتے جس طرح اب دلی میں۔ انجمن کی مجلس عاملہ کا جلسہ ۵ دسمبر کو دہلی میں ہے، وہ عمارت کے نقشے اور اس سلسلے کے دوسرے [illegible]

سیر بین

اخبار ڈیلی میل لندن میں ایک خط چھپا ہے جس کا اقتباس اسٹیٹسمین نے حال میں دیا ہے۔ اس خط میں یہ شکایت کی گئی ہے کہ انگلستان میں ایک اسٹیشن پر ریل آئی تو کچھ ڈبے بند تھے۔ مسافروں نے پورٹر کو بلوایا۔ اس نے اپنی چابی سے ڈبے کھولے، اندر جا کر جھانکا اور پھر ڈبے بند کر دیے۔ پوچھنے پر کہا کہ ڈبوں کی دیواروں پر گندے اور بہت فحش فقرے لکھے ہوئے تھے اور وہ اس قابل نہ تھے کہ مسافر ان میں سفر کریں۔ خط نویس نے لکھا ہے کہ مسافروں کو دوسرے ڈبوں میں جو بھرے ہوئے تھے کھڑے کھڑے جانا پڑا اور ریلوے والوں سے پوچھا ہے کہ وہ انگلستان کے اخلاق کے ٹھیکیدار کب سے ہو گئے دیکھیے۔ ریلوے والے کیا جواب دیتے ہیں۔

ڈیلی میل نے ایک جینی سیگرین نامی حسین عورت کے حوالے سے ایک بڑے مزے کی اطلاع دی ہے۔ اس سیگرین کے مطابق پر وقار محبت [illegible]

اس شمارے میں

ملنے کی محبت سے زیادہ خالص ہے۔ اس میگزین کی رائے میں آج کل کے نوجوانوں کو پرولتاریت کے انقلابی جذبات کی ضرورت ہے، نہ کہ بورژوا ذہن کے پست اور میلے احساسات کی۔ پست اور میلے احساسات کیا ہیں؟ محبوب کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر سڑکوں پر اور پارکوں میں گھومنا، سنیما، رقص گاہوں اور ریستوران میں جانا، ایک دوسرے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا، محبت کے متعلق باتیں کرنا، یا ایک دوسرے کو پیار کرنا۔

میگزین نے لڑکیوں کو مشورہ دیا ہے کہ "انقلابی ساتھی" شوہر تلاش کرتے وقت سب سے پہلے وہ سیاسی زاویۂ نظر کو مقدم رکھیں کیونکہ اس کے بغیر سچی محبت ہاتھ نہیں آسکتی۔

"ڈیلی مل" اور چینی عورت آپس میں طے کرتے رہیں کہ بورژوا محبت بہتر ہے یا پرولتاری عشق کیونکہ بقول اکبر: ع

ہمارا کیا ہے اے بھائی نہ مسٹر ہیں نہ مولانا

شری مہر چند کھنّا نے ٹرانسپورٹ بھون کی گنگا جمنی ترکیب کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ انگریزی اور ہندی کا یہ امتزاج اچھا ہے۔ ہمیں ان کا بھلے سے اتفاق ہے مگر اس نام کو ادبی حیثیت سے کسی طرح سراہ نہیں سکتے۔ کیا ہماری زبان کے پڑھنے والے اس سے زیادہ خوش آہنگ کوئی نام تجویز کریں گے؟ ہم ان کے شکریہ کے ساتھ شری مہر چند کھنّا کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔

صدر مدھیہ پردیش ریاستی انجمن ترقی اردو کا سرکلر انجمن کی شاخوں کے عہدیداروں و کارکنوں کے نام

مدھیہ پردیش ریاستی انجمن ترقی اردو کے چناؤ کے سلسلے میں ضروری ہے کہ ریاست میں انجمن کی زیادہ سے زیادہ ممبر سازی اور شاخوں کی تشکیل اور ان کے الحاق کی کارروائی مکمل ہو جائے۔ اس سلسلے میں اس سے قبل آپ کو اطلاع دی جا چکی ہے کہ مرکزی انجمن ترقی اردو کے دستور میں جو ترمیمات ہوئی ہیں ان کے تحت انجمن کی ابتدائی ممبری فیس ۲۵ پیسے کر دی گئی ہے تاکہ ممبری کے دائرے کو زیادہ وسیع کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں ممبر بنائے جا سکیں۔

انجمن کی ضلع کونسل کے لیے ہر پچاس ابتدائی ممبران پر ایک ممبر منتخب ہوگا۔ انجمن کی ریاستی کونسل کے لیے ضلع کونسل کے ہر دو سو ابتدائی ممبران پر ایک ممبر منتخب ہوگا۔ آپ کی اردو دوستی اور انجمن سے دلچسپی سے توقع ہے کہ آپ نے اپنے علاقہ میں انجمن کی ابتدائی ممبری کا کام مکمل کر لیا ہوگا اور اگر کسی وجہ سے ابھی تک مکمل نہ کر سکے ہوں تو فوری طور پر ممبر سازی کا کام مکمل کر کے چناؤ کرا لیجئے۔ چناؤ کے سلسلے میں اگر ضرورت ہو تو مطلع فرمائیے تاکہ ریاستی انجمن کی طرف سے چناؤ کی نگرانی کے لیے نمائندہ بھیجا جا سکے۔ چناؤ کے فوراً بعد ہی چناؤ کی کارروائی، فیس الحاق وغیرہ ارسال فرما دیجئے۔ ۲۰ دسمبر تک ریاستی دفتر میں ہر شاخ کے چناؤ کی اطلاع اور فیس الحاق آجانا چاہیے۔

(شری علی عثمانی۔ قائم مقام صدر مدھیہ پردیش ریاستی انجمن ترقی اردو)

مظہر الحق میموریل بورڈ کے زیر اہتمام دہلی میں کل ہند مشاعرہ

پٹنہ ڈاک سے۔ دہلی میں ۲۲ دسمبر کو جنگ آزادی کی صف اول کے رہنما مولانا مظہر الحق مرحوم کی صد سالہ سالگرہ منائی جا رہی ہے جس کا اہتمام مظہر الحق میموریل بورڈ پٹنہ نے کیا ہے۔ اس میں صدر جمہوریہ، نائب صدر جمہوریہ، وزیر اعظم کے علاوہ ملک کے چوٹی کے سربراہ شرکت کر رہے ہیں۔ اس موقع پر ایک کل ہند مشاعرہ بھی ہوگا جس کی صدارت عزت مآب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کریں گے۔ مشاعرہ میں درج ذیل شعرائے کرام شریک ہوں گے۔

فراق گورکھپوری، گوپی ناتھ امن، عرش ملسیانی، اما غ نظامی، علی سردار جعفری، آنند نرائن ملا، مجروح سلطان پوری، نشور واحدی، جگن ناتھ آزاد، رضا نقوی واہی، فرحت کاکوروی، شمیم کرہانی، رفعت سروش، اختر اورینوی، مظہر امام، شہاب شمسی، اویس احمد دوراں، ظہیر صدیقی، قضا ابن فیضی، ہوش عظیم آبادی، آل احمد سرور، اعجاز صدیقی، عزیز تمنائی، معین احسن جذبی، رضا کریم رضا، مخمور سعیدی، خلیل الرحمن اعظمی، علی جواد زیدی، نازش پرتاپ گڑھی، مالک زادہ منظور احمد، گلزار دہلوی، عبد المجید شمس، پرویز شاہدی، بسمل عظیم آبادی۔

مجلس استقبالیہ کے چیئرمین بہار کے سابق گورنر شری آر آر دیواکر ایم۔ پی، سکریٹری شری بی پی یادو ایم۔ پی، اسسٹنٹ سکریٹری شری شیواجی راؤ ایڈوکیٹ، چیف کنوینر محمد یوسف، خازن زین العابدین صاحبان ہیں۔ مظہر الحق میموریل بورڈ کے چیئرمین شری درگا پرشاد رائے ایم۔ ایل۔ اے ہیں۔

(نامہ نگار)

شولوخوف کے اعزاز میں ساہتیہ اکاڈمی کا جلسہ

نئی دہلی، ۲۰ نومبر۔ ساہتیہ اکاڈمی نے نوبل انعام یافتہ روسی ناول نگار اور دانشور میخائل شولوخوف کو مبارکباد دینے اور خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں متعدد ادیبوں، سفارتی عہدیداروں اور شہریوں نے شرکت کی۔

شولوخوف کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے سابق سفیر متعینہ ماسکو مسٹر کے پی ایس مینن نے کہا کہ نوبل انعام دینے والی کمیٹی نے اس سال شولوخوف کو انعام دے کر ایک صحیح قدم اٹھایا ہے۔

متعدد دیگر افراد نے شولوخوف کے فن اور اس کے ادبی مقام کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

محمد انصار اللہ نظر

سعدیہ لائبریری کے نوادر

فرنگی استبداد نے نہ صرف ہندوستان کی حکومت کو تخت الٹ دیا بلکہ صدیوں کی بنی بنائی ہندوستانی تہذیب و تمدن پر بھی ضرب کاری لگائی، پھر کچھ ایسے انقلاب رونما ہوتے رہے کہ یہاں کی متحدہ معاشرت اور تہذیب کو سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا۔ ہمارا علمی اور ادبی سرمایہ پچھلے برسوں میں جس طرح برباد ہوا ہے اس کے بیان کی احتیاج نہیں بعینہٖ یہی کیفیت تھی کہ۔

آشیاں جلتا رہا ہم بے زباں دیکھا کیے

ادھر کچھ لوگوں کو شوق پیدا ہوا کہ اپنے اسلاف کے باقیات الصالحات کو پھر جمع کریں اور بھولی بسری یادوں کو تازہ کرکے دیکھیں کہ ان کا ماضی کیا کچھ تھا اس طرح نہ صرف ہمیں خود کو سمجھنے کا موقع ملے گا بلکہ آگے قدم بڑھانے کے لیے لائحۂ عمل مرتب کرنے میں بھی سہولت ہوگی۔ کام شروع کیا تو معلوم ہوا کہ ملک کے ہر گوشے میں ہمارے اسلاف کے نقوش ثبت ہیں، ہر غیر معروف علاقے میں ان کی نشانیاں موجود ہیں ضرورت صرف اس کی ہے کہ ان کو جمع کر لیا جائے بقول شاعر (بہ تصرف معمولی)

یوں نہ میں جمع کیے دل لخت لخت کو دیکھا جہاں پڑا کوئی ٹکڑا اٹھا لیا

پیلی بھیت، صوبہ اتر پردیش کا ایک شہر ہے کبھی یہ حافظ الملک حافظ رحمت خاں شہیدؒ کا مسکن تھا یہاں کی جامع مسجد اور گوری شنکر کا مندر اس شہر کے شاندار ماضی کی داستان اب بھی زبان بے زبانی سے سناتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کبھی اہل پیلی بھیت کو بھی علم و ادب سے خاصا شغف تھا، یہاں بھی درس و تدریس کا سلسلہ قائم تھا، تصنیف و تالیف میں بھی اہل پیلی بھیت پسماندہ نہ تھے لیکن ان کی زیادہ توجہ مذہب کی طرف معلوم ہوتی ہے، آج اس شہر میں قومی یکجہتی کا بہترین ماحول اور ملتوں کے اتحاد کا بہترین نمونہ صدیقی میشنل انٹر کالج میں ملتا ہے، اس کالج کا ایک فخر یہ بھی ہے کہ اس کی "سعدیہ لائبریری" میں ادبیات قدیم سے متعلق قابل قدر ذخیرہ موجود ہے، اس میں بعض کتابیں خصوصاً مخطوطات بہرحال نادر اور کافی اہم ہیں۔

یہ سچ ہے کہ سعدیہ لائبریری کے مخطوطات اور نادر مطبوعات بھی استداد زمانہ سے کرم خوردہ اور شکستہ ہیں پھر یہ عدم توجہی کے سبب بھی کسی قدر خراب ہوئے لیکن اب ان کی حفاظت کی طرف کالج کے عمائد کی خاطر خواہ توجہ بہت امید افزا ہے۔ راقم سطور نے اکثر کے اوراق کی ترتیب درست کرنے کے علاوہ ان سے متعلق جس قدر تفصیلات دریافت ہوسکی ہیں تحریر کر دی ہیں۔ جناں چہ شائقین ان سے خاطر خواہ استفادہ کر سکتے ہیں۔ سطور ذیل میں چند کا تعارف کرتا ہوں۔

فارسی

فارسی کتابوں کا ذخیرہ بہت قابل قدر ہے، ایک کتاب کا حال خود مولف کے الفاظ میں یہ ہے:

..... بعد حمد و صلوٰۃ گوید اضعف عباد اللہ الصمد شرف الدین محمد عفی اللہ عن زلاتہ ہرگاہ در سن یک ہزار دو صد و چہل ہجری صاحب ذی صلوٰۃ و سلام مناقشہ و نزاع علمائے دہلی شاہجہان آباد در مسائل چند گانہ بوقوع آمد گردید جواب آن مسائل بخلاف کردہ ..... تا آنکہ ان مسائل متنازع فیہا در ملک کشور کٹھیر در قصبہ مصطفیٰ آباد عرف رامپور بملاحظہ حضور پر نور نواب مستطاب ..... نواب احمد علی خاں بہادر دام اقبالہ بقائہ خلائق از وجود باجود وی سیراب جہان قصر ستم و بدع در عہدش چوں خرابات خراب ..... تذکرہ آن مسائل متنازع فیہا بیان آمد..... ارشاد کرامت بنیاد صادر گردید کہ جواب این مسائل از آیات کلام ربانی و احادیث صحاح و دیگر کتب معتبرہ با وردہ مع نقل عبارات مرتب و درست باید نمود تا نزاع از میان برخیزد و امتثالا لامرہ العالی شروع در جواب آن مسائل بوقوع آمد و جوابہائی کہ ان ارسطوزی بالبدیہہ ارشاد فرمودہ بودند مضمون آنہا نیز درین رسالہ مندرج گردید و بفضلہ تعالیٰ اتمام آنہا ہم بہمرسید کہ ہیچ کس از سنت و خلف ہمانند آن سبقت نہ نمودہ

نواب رامپور کی علمی سرگرمیاں محتاج تعارف نہیں، امیر مینائی نے اپنے تذکرہ میں واضح الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ یہ تذکرہ نہ صرف نواب صاحب کی ایما سے لکھا گیا بلکہ مضامین بھی موصوف ہی کے ہیں، کتاب مذکورہ بالا کی بھی کم و بیش یہی حیثیت ہے، نواب صاحب کے خیالات، اور طبیعت کے لیے اس کا مطالعہ خاصا اہم اور مفید ثابت ہوگا۔

سعدیہ کتب خانہ میں فارسی کی علمی و ادبی کتب میں گلستاں، بوستاں، یوسف زلیخا وغیرہ کے قلمی نسخے نہایت قدیم ہیں لیکن حاوی رجحان مذہب کی طرف ہے، زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ پیلی بھیت میں نواسہ حافظ الملک ہی کا غالباً اثر تھا کہ بیشتر کتابیں سنی عقائد سے متعلق ہیں اور ایسی کتابیں خاصی تعداد میں ہیں جو "رد شیعیت" میں لکھی گئیں چنانچہ کتاب "تبصرۃ الایمان" اسی قبیل سے ہے اس کا پورا نام "تبصرۃ الایمان معروف رد مذہب شیعہ" ہے مخطوطہ کی کتابت مصنف کے حاضر زمانے کی ہے شروع اور آخر کے چند اوراق کے ضائع ہو جانے کے سبب مصنف یا کاتب کے نام کا تعین نہیں کیا جا سکا، بہر حال کاتب خوشنویس ہے۔

کتب خانہ کی قابل ذکر کتابوں میں سے چند یہ ہیں

۱۔ چار گلزار۔ قاعدہ ناسخ میں میر وارث علی سیفی اپنے زمانے میں خاصے نام برآوردہ ہوئے سعادت خاں ناصر نے ان کا ذکر اس طرح کیا ہے

مشتاق او زمنشی میر وارث علی تخلص سیفی شاگرد ناسخ
(خوش معرکہ زیبا)

محسن نے کسی قدر زیادہ معلومات بہم پہنچائی ہیں

میر وارث علی خوشنویس سیفی ولد میر شارت علی ... نواب گنج توابع فرخ آباد مقیم کانپور شاگرد ناسخ (سراپا سخن)

لیکن محسن، ناسخ اور ناصر کسی نے بھی سیفی کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا۔ سعیدیہ لائبریری میں ایک کتاب چار گلزار دریافت ہوئی جو خدمت الطبع میں ہے۔

... ایں گلزار بی خار موسوم بہ چار گلزار بہ نقل نسخہ معدن تحفہ چمن رموز فارسی مولوی سید وارث علی صاحب متخلص بہ سیفی ہوشمند آب و پرورش حواشی مفیدہ جدید زیادہ دیا آب و از اشعار تصحیح تمام مصحح مطبع نیز اکدر تنقیح بہ طول دارند ... شہر گشتہ بماہ جمادی الاول در گلشن مطبع نجیبی واقع کانپور ... بہ ارادت و نظارت بخش طبائع طلاب شدہ (ص ۷)

کتاب کے مباحث کی تقسیم اس طرح ہے۔

گلزار اول — گل اول در تقسیم اسمائی حروف تہجی وغیرہ
گل دوم در اسامی حرکات و سکنات
گل سوم در تشریح انواع حروف مفردہ و مرکبہ وغیرہ
گل چہارم در تقسیم اضافت و قاعدہ مجہول بہ ترکیب
گل پنجم در تفسیر اما و تہجیم وغیرہ

گلزار دوم — گل اول در صنائع لفظی، گل دوم در صنائع معنوی
گلزار سوم — گل اول در ابتدائی شعر وغیرہ، گل دوم در عروض
گلزار چہارم — گل اول در تشبیہ، گل دوم در استعارہ، گل سوم در قوافی

حواشی پر جہاں کہیں سیفی کا نام آیا ہے مرحوم بھی لکھا ہے یعنی بوقت طباعت سیفی کا انتقال ہو چکا تھا۔ کتاب کا سرورق ضائع ہو چکا ہے خیال ہے کہ صفحہ اول پر سیفی کے کچھ حالات لکھے ہوئے ہوں گے جو اہم ہوتے۔

۲۔ تذکرہ حسینی مولفہ میر حسین دوست سنبھلی مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۲ھ

کتاب کے آخر میں قطعہ تاریخ تحریر ہے جس سے سال تالیف ۱۱۶۳ھ برآمد ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ فارسی گو شعرا کا تذکرہ ہے اس میں دو متقدمین کے چند اردو گو شعرا کا حال بھی مل جاتا ہے مثلاً

شاہ خوش ... شرف الدین پیام اکبرآبادی ص ۳۲

... تذکرہ ... میں پیام کا نام شرف الدین لکھا ہے

یہ تذکرہ [illegible] کے لحاظ سے اہم ہے۔

۳۔ دیوان مرزا مظہر جانجاناں و خریطۂ جواہر

یہ دونوں کتابیں مطبع مصطفائی کانپور سے ۱۲۷۱ھ میں ایک ساتھ چھپی ہیں۔ دیوان کے شروع میں مرزا مظہر کے خود نوشت حالات بھی ہیں۔

بعد حمد و صلوٰۃ فقیر جانجاناں متخلص بہ مظہر پسر مرزا جان جانی تخلص کہ علوی نسب و ہندی مولد و حنفی مذہب و نقشبندی مشرب است ... در سال شانزدہ از عمر پدری این خاکسار غبار یتیمی نشست ...... (ص ۲)

آزاد نے مرزا صاحب کا نام جانجاناں لکھا ہے اس پر اکثر ناقدوں نے اعتراض کیا ہے اور پروفیسر مسعود حسن رضوی صاحب نے بڑی دقت اور جستجو سے آزاد کی تائید کی لیکن مذکورہ اقتباس کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

خریطۂ جواہر کے خاتمہ میں ہے۔

.. حضرت میرزا مظہر جانجاناں شہید ... منتخب اشعار اہل زبان منتقط سفائن اساتذہ زبان باعث وجد عشاق .... مسمی بہ خریطہ جواہر ... در مطبع ... مصطفائی واقع کانپور در شہر ذیقعدہ ۱۲۷۱ھ ... انطباع گردید ص ۱۱۱

اس میں اکثر ایسے شعرا کے اشعار ہیں جو اردو میں بھی شعر کہتے تھے مثلاً قزلباش خاں امید، انند رام مخلص، میرزا لطف اللہ نثار۔ ایک شاعر کا نام اس طرح لکھا ہے۔

استاد ابوالفرج رونی (؟)

اگر یہاں لفظ استاد احتراماً نہیں تو مرزا مظہر کے سلسلہ میں اس کی اہمیت ظاہر ہے

۴۔ تحفۂ اثنا عشریہ۔ یہ مولانا شاہ عبدالعزیز کی مشہور تصنیف ہے جو ... میں چھپی سرورق پر نام اس طرح تحریر ہے۔

کتاب مستطاب تحفۂ اثنا عشریہ تصنیف مولانا حافظ غلام حلیم مرحوم ... بہ شاہ عبدالعزیز دہلوی ابن شیخ قطب الدین احمد مشہور بہ شاہ ولی اللہ محدث ابن شیخ ابوالفیض مشتہر بہ شاہ عبدالرحیم قدس اسرارہ اللہ تعالیٰ

کتاب کی ضخامت ۵۴۴ صفحات ہے آخر میں غلط نامہ بھی شامل ہے۔

۵۔ بوستاں مطبوعہ ۱۲۶۲ھ اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ حاشیہ بانیکہ از نسخ معتبرہ تحشی سے مزین ہے آخر میں دو صفحات کا تصحیح نامہ ہے ضخامت ۲۸۶ صفحات کی ہے۔

ان کے علاوہ قتیل کی نہر الفصاحت مطبوعہ کانپور ۱۲۶۳ھ، خارستان، دیوان غنی مطبوعہ مطبع نولکشور کانپور ۱۸۸۲ء وغیرہ جیسی مشہور کتب بھی کتب خانہ میں موجود ہیں۔

اردو کی نادر کتب کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے اس لیے ان کا ذکر کسی آئندہ اشاعت میں کروں گا۔

—※—

غزلیں

شاعر ندیم

سرِ بزم ہے شکایت سرِ دار تو نہیں ہے
وہاں جو سزا بھی دے تو ہمیں عار تو نہیں ہے
کہیں ہاتھ جل نہ جائے، کہیں آنچ لگ نہ جائے
جسے گل سمجھ رہے ہو وہ شرار تو نہیں ہے
جو دل کے بس میں آئی غمِ زندگی کا یارو
کہیں وہ بھی اک ادائے غمِ یار تو نہیں ہے
ہوا کون کب کسی سے کہیں اس طرح گریزاں
تری اتنی بے نیازی ترا پیار تو نہیں ہے
ہیں کچھ اور منزلیں بھی ابھی زندگی کی باقی
یہ قرار یک دو روزہ بھی قرار تو نہیں ہے
یہ لہو کے چند چھینٹے یہ قبا کے چند ٹکڑے
اسے تم بہار کہہ لو یہ بہار تو نہیں ہے

دور آفریدی

تپتی دھوپ ہو یا ساون — ٹھنڈا رہتا ہے تن من
عشق ہے میٹھا میٹھا درد — عشق ہے ہلکی ہلکی چبھن
سایۂ زلف دے نہ خوشی — آئے نہ آئے اب ساون
یہ جل تھل، جنگل منگل — تجھ بن ہے کانٹوں کا بن
کس کو دل و جاں نذر کروں — اس دنیا میں سب دشمن
کوئی کسی کا کیا ہوگا — اڑتی ہے بوئے پیراہن
جیسے ماہِ دو ہفتہ ہو! — جانِ جہاں یہ تیری پھبن
جانے کیا روگ ہے عشق — دنیا بھر ہے طعنہ زن
جنسِ وفا کا مول نہیں — ہاں! سستا ہے تیرا چلن
دور کہیں بھی سکھ نہ ملا — کیا غربت کیا اپنا وطن

صبا جائسی (علیگ)

برہنہ پائی سے خاروں کا کیا گلہ یارو؟ — جو پھوٹ پھوٹ کے رویا ہے آبلہ یارو
نہ چھیڑو نشترِ دوراں سے آبلہ دل کا — کسی کی جنبشِ مژگاں کا واسطہ یارو
نہ جانے کس کے لیے سوگوار رہتے ہیں! — غمِ حیات کی داستان راست یارو
یہی بہت ہے کہ ہر وقت ان کی یاد آئے — جو دل نہ بہلے تو ملنے سے فائدہ یارو؟
وہ جن کے نام پہ اشکوں کو پی نہیں پاتے — یہ بات کیسی ہے کچھ تم نے بھی سنا یارو؟
انھیں بھی دے نہ سکا عشق دو گھڑی تسکین — ہمارے غم کا تو چھیڑو نہ تذکرہ یارو
سوالِ عمر یہی تھا، پھر بھی شرم آتی ہے — زباں سے اپنی کہیں کیسے مدعا یارو؟
ادا سکھا گیا حسن و عشق دونوں کو — غمِ حیات کا نازک سا مرحلہ یارو
غمِ زمانہ ہے گراں بڑی توجہ سے
تمہاری بزم میں آئے ہے کیا صبا یارو؟

اصغر گونڈوی کا ایک غیر مطبوعہ خط

ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی

اصغر گونڈوی نے ایک زمانے میں یہ خط آنجہانی موہن لال شیفتہ ریٹائرڈ کلکٹر کو لکھا تھا جب کہ وہ ڈپٹی کلکٹر تھے۔ اردو کی تاریخ میں یہ خط بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اصغر صاحب کو ہمارے نقادوں ادیبوں اور تذکرہ نویسوں نے عجب رنگ میں پیش کیا ہے اور دکھایا ہے کہ وہ نمود و نمائش سے بہت دور رہتے۔ یہ خط کچھ اور کہتا ہے۔ ویریندر پرشاد سکسینہ

گونڈہ ۶ رجنوری ۱۹۲۶ء

مکرمی تسلیم عرض ہے۔ میں علی گڑھ سے واپس آیا۔ کتابیں مطلق نہیں نکلیں۔ اس کی وجہ اول تو یہ ہے کہ کتابیں بہت دیر میں طیار ہو سکیں دوسری بات یہ بھی تھی کہ اس ہنگامہ عام میں کتاب کی خرید فروخت کا جہاں تک تعلق ہے اس کی ایک عام شکایت ہے۔ ہاں اتنا ہو گیا کہ وہاں پہنچ کر زمین ایک حد تک طیار کر لی گئی ہے وہ یہ کہ امید ہے کہ کتاب پر ریویو بہت اعلیٰ سے اعلیٰ اخبار و رسالہ میں نکل جائیں گے۔ ان شاء اللہ اصغر یہ سفر میں خدا جانے کس طرح تقریباً سو دو سو کتابیں غائب ہو گئیں ہیں ہم برسرِ الم میتن صاحب نے البتہ اتنا کیا ہے کہ ڈیڑھ سو جلدیں لے لی ہیں جن کی قیمت عشرہ میں کہا ہے کہ مجھے بھجوا دیں گے۔ تقریباً ساڑھے چار سو روپیہ کے پیٹے میں پڑ گیا ہوں اور یہ کل کے کل قرض کے روپے ہیں۔ مگر خدا سے امید ہے کہ یہ دن بھی کسی نہ کسی طرح نکل ہی جائیں گے۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ اس دیوان پر ایک مفصل ریویو انگریزی میں لکھ کر کسی انگریزی اخبار یا رسالہ میں دیجیے۔ اس میں تساہل کو دخل نہ ہوگا اس کی انتہائی ضرورت ہے یہ کچھ زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ کوئی ایک بحث لے کر ایک نمبر لکھ کر بھیج دیا اس کے بعد دوسری بحث اٹھائیے۔ میرے اشعار میں آپ کو مختلف بحثیں ایسی مل جائیں گی کہ آپ چاہیں تو عرصہ تک اس کا سلسلہ قائم رکھ سکتے ہیں لیکن اس کے متعلق ہر جگہ یہ اشارہ کرتے رہیں کہ یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ یونیورسٹی کے نصاب میں داخل کیا جائے۔ احسان صاحب کا مقدمہ تو کچھ نہیں ہے مگر اقبال سہیل کا تبصرہ بجائے خود ایک بے نظیر شے ہے اس سے آپ کو کافی مدد ملے گی بلکہ کہیں کہیں سے اگر اس کا ترجمہ انگریزی میں کر دیجیے تو وہ ایک خاص چیز ہوگا۔

اب وہاں کے مشاعرے کے متعلق سنیے کہ دو تمغہ طلائی ایک تو اسٹوڈنٹ علی گڑھ کے لیے اور ایک باہر والوں کے لیے تجویز ہوئے تھے۔ ۵ رجنوری کے "ہمدم" میں اعلان ہوا ہے کہ باہر والوں میں بہترین غزل نیاز مند کی تسلیم کی گئی ہے اور وہ تمغہ مجھ کو ملے گا۔ آپ خوش ہونے کے ساتھ ہی بہت ہی متحیر ہوں گے کہ یہ غزل دیکھیں۔ غزل علی گڑھ میگزین میں نکلے گی مگر مجھے آپ کے شوقِ ذہنی کا کافی احترام ہے اس لیے پشت پر غزل لکھ کر روانہ کرتا ہوں۔ مشاعرہ میں یاس و سیماب وغیرہ سب تھے حالانکہ مجھ کو اس کا انتظار نہ تھا مگر خوش ہوں کہ وہ تمغے سہیل ہی پر میرا ایک خاص مضمون قابلِ ملاحظہ ہے۔

احقر اصغر

تبسم عارفی سرونجی

حضرت فراق کی ایک غزل

یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء کے ہماری زبان میں حضرت فراق گورکھپوری کی غزل پر تنقید نظر سے گزری جو تنقید کم اور تنقیص زیادہ ہے۔ حضرت فراق کے اس دعوی کو کہ "تکرار قافیہ کی بالکل نئی قید کے ساتھ غزل کہی گئی ہے" طالب زاہدی صاحب نے صرف یہ کہہ کر غلط ثابت کر دیا ہے کہ تکرار قافیہ کے ساتھ اردو فارسی میں کہا گیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ فراق صاحب نے ایسا کلام نہ دیکھا ہو اور رہا ہو کسی بات کی تائید و تردید کیلئے صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی نہیں ثبوت میں طالب صاحب کو ایسی غزل سند پیش کرنا تھا۔ طالب صاحب اس میں شک نہیں کہ تکرار قافیہ کے ساتھ شعراء کا کلام مل سکتا ہے لیکن آپ نے فراق صاحب کے الفاظ پر غور نہیں فرمایا۔ ان کے الفاظ ہیں "تکرار قافیہ کی بالکل نئی قید کے ساتھ" مجھے فراق صاحب کا دعوی درست معلوم ہوتا ہے۔

اور پھر طالب صاحب نے غزل کا پوسٹ مارٹم فرمایا ہے۔ اس کو بھی دیکھئے۔

علاج اے حسن پرستی کچھ بھی نہیں | کہ جرم عشق بتاں ہے برا بھی نہیں

اس مطلع پر اعتراض ہے کہ "کچھ بھی نہیں" اور "برا بھی نہیں" کہہ کر جو دعوی کیا ہے شاعر نے اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ مطلع کی دونوں ردیفوں میں ربط و تعلق بھی طالب صاحب کو نظر نہ آسکا۔ اعتراض بیجا ہے کیونکہ "کچھ بھی نہیں" کا جواب ہر سخن فہم کے ذہن میں آئے گا کہ انسان حسن پرستی کے لیے مجبور فطرت ہے اور اسی لیے جرم عشق بتاں برا بھی نہیں۔

وہ کسی کو نہ زندگی میں ہائے نصیب | ہاتھ سے ہاتھ میں اک دل ربا بھی نہیں

اعتراض ہے کہ الفاظ عجز بیان پر دلالت کرتے ہیں نہ کہ خود شاعر کے کلام پر۔ طالب صاحب جب کہ شعر کا مفہوم ہی عجز بیان ہوتا ہے تو الفاظ عجز بیان پر دلالت کیوں نہ کریں۔ آپ کا دوسرا اعتراض ہاتھ سے ہاتھ دل رہا محض خلاف محاورہ نہیں زندگی کی نیرنگی کا اظہار ہے جس سے ہاتھ میں اک دل ربا بالکل درست ہے۔

عدم ... بھی ہم ... | کہ جوش غمزہ ... بھی نہیں

طالب صاحب کو اس شعر میں دو مضحکہ خیز نظر آئیں۔ ایک تو شعر مرتب دوسرے حسن تعلیل۔ ... حسن تعلیل نہیں بنا یا کن الفاظ سے ظاہر ہے۔ میرے خیال سے شعر میں حسن تعلیل کا وجود نہیں ہے۔

اعتراض اس شعر پر ہے کہ دیئے بنا اور کھوئے کھوئے رہنا یہ دونوں خصوصیات بادہ کشوں کی ہیں غمزہ دگاں کی نہیں۔ اس لیے غمزہ دگاں کی جگہ بادہ کشاں کہنا چاہیے تھا۔ سوال یہ ہے کہ یہ خصوصیات غمزہ دگاں کی کیوں نہیں ہوسکتیں۔

اگر غمزہ دگاں کی جگہ بادہ کشاں رکھ دیا جائے تو شعر کا منشا ختم ہو جائے گا۔ دوسرا اعتراض مدہوش بیجا ہے۔ اگر روانی کاتب صاحب کی مہربانی نہیں تو درست ہے یہ صحیح محاورہ مدہوش بیجا میں ہی ہے۔

نہ نظر نہیں تحریر بے ادبی مجھ کو | مسرت سے نامۂ جاناں پڑھا پڑھا بھی نہیں

اعتراض ہے کہ مسرت سے بے خبری کا لفظ ہے اس کے بجائے کرب سے کہا گیا ہوتا۔ دوسرا اعتراض ہے تحریر کی نظر فریبی کچھ کوٹے تک ہی ہے یہ محل ہے کسی چیز میں گم ہو جانے یا محو و بے خبر ہو جانے کا محل ہے۔ دونوں اعتراضات بیجا ہیں۔ شعر اپنی جگہ مکمل ہے بے ادبی بھی تو ہی مفہوم پیدا کر رہا ہے جو طالب صاحب چاہتے ہیں۔

وہ نام شوخی رفتار رہگزر تیری | قدم کا نقش کچھ ایسا اٹھا اٹھا بھی نہیں

اس شعر پر اعتراض ہے نقش کا اٹھا اٹھا ہونا خلاف محاورہ ہے۔ نقش کا ابھرنا یا نقش کا بن جانا محاورہ استعمال ہوتے ہیں۔ طالب صاحب اس شعر میں اٹھنا مٹنے اور ختم ہونے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے ابھرنے کے نہیں۔ شاعر کہنا چاہتا ہے کہ قدم کا نقش کچھ مٹا اور کچھ نہیں مٹا یعنی تو بھی نہیں اپنا مفہوم پورا کرتا ہے ورنہ نہیں بے معنی ہو جاتا۔

دوسرے اس شعر پر اعتراض ہے کہ محبوب نے ایک یا صرف ایک ہی قدم تو نہیں رکھا ہوگا۔ اس لیے صیغۂ واحد نقش قدم بھی غلط ہے۔

آپ کا یہ اعتراض بھی درست نہیں کیونکہ واحد کہہ کر جمع مراد لیا جاتا ہے۔ یہ شعر ملاحظہ فرمائیے:

بے خوف گزر جائے ہر اک راہ الفت | دنیا کے لیے نقش قدم چھوڑ دیا ہے

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں | محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

آنکھ اور قدم واحد ہیں۔

نہ وہ جیسے ہی نہیں اس ادا سے آشفتہ ہے | اگر کہوں تو وہ جیسے خفا خفا بھی نہیں

اس شعر پر کوئی اعتراض نہیں مگر طالب صاحب کو کوئی خاص بات لطف و کیفیت معلوم نہیں ہوئی اور پامال مضمون نظر آیا۔ اب اس کا کیا جواب دیا جائے صرف اتنا کہا جاسکتا ہے نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔

یہ شعر کہ سر نیاز ہے جبیں پہ ... | جبیں جھکا کے ... سر ابھی نہیں

اعتراض ہے کہ ردیف میں لفظ "بھی" بے ضرورت ہے۔ یہ اعتراض بھی غلط ہے یہی تو شعر میں سخت ضرورت ہے ورنہ مفہوم ہی پورا نہ ہوتا۔

وہ ہم اس کو دیکھ کے بھی آہ کس طرح دیکھیں | نظارہ رخ جاناں ہوا ہوا بھی نہیں

اعتراض ہے رخ جاناں کا نظارہ ایک سیکنڈ ہوا یا گھنٹہ بھر بہرحال نظارہ ہو گیا اب یہ کہنا کہ آہ کس طرح دیکھیں نظارہ ہوا بھی نہیں لغو اور بے معنی بات ہے جس کا کوئی ثبوت شعر میں نہیں ملتا۔ دوسرا قافیہ اور ردیف بیکار ہے۔ آپ کے اعتراضات کے جواب میں اصغر کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیے:

نہ کامیاب دید بھی محروم دید بھی | جلووں کے اژدہام نے حیراں بنا دیا

تب تجھے بھی ... کے جلوے مرے آگے | میں نے مگر اے دیدۂ حیراں نہیں دیکھا

اب آپ بتائیے کہ بیک وقت کامیاب دید اور محروم دید کیسے ممکن ہے۔ آپ کہیں گے جلووں کا اژدہام ثبوت ہے۔ تو پھر دوسرے شعر میں بھی کے جلوے سامنے آئے اور پھر بھی میں نے نہیں دیکھا یہی بات حضرت فراق کے شعر میں بھی ہے کہ میں اسے دیکھ کر بھی

کہ میں اسے دیکھ بھی نہ دیکھ سکا اور نظارہ جیسا مال ہو رہا بھی نہیں بھی ہوا۔ ثبوت ہر سخن فہم کا ذہن فوراً مہیا کرتا ہے کہ شاعر نظارہ رخ جو دیکھ کر کے مبہوت رہ گیا۔

ہم ادا ادا سے ادا ہو ہم ادا کہیں — نہیں ادا در ادا جو ادا ادا بھی نہیں

اس شعر کا مفہوم سمجھنے سے طالب صاحب قاصر ہیں۔ دوسرے مصرعہ کی نہ بھی طالب صاحب کو گری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

شاعر کہنا یہ چاہتا ہے کہ اگر ہر ہر ادا کی ادا کی ہر ہر ادا سے ہو تو ہم اسے ادا کہیں لیکن اس کی ہر ادا جو ادا کبھی نہیں ہوتی ہم اسے بھی ادا کہہ بیٹھے اب طالب صاحب آپ کہیں گے کہ ہم سے بھی ادا کہہ بیٹھے تو شعر میں کہیں ہے ہی نہیں۔ تو یہاں مجھے پھر وہی سخن فہمی والی بات دھرانا ہوگی۔ دوسرا اعتراض "در" والی تو شعر میں "در" نہیں۔ واؤ دیتا ہے جو حرف علت ہونے کی وجہ سے گر سکتا ہے۔

عدہ عجیب دور ہے یہ کیسے خوش ہو رہی — رند و ذکر کیا نہیں ہے جفا بینہ بھی نہیں

طالب صاحب کو خوش جاؤں کی ترکیب سے اتفاق نہیں ہے شعر سنیے سے

ہم ہوں گے رات ہوگی وہ خوش جاؤں گا — ساعت آئے وہ جب جیسا محال ہو گا

عدہ جلا ہے کون بیا کہ اس زمانہ میں — ہوا بھی نہیں ہے جیا جیا بھی نہیں

اعتراض ہے کہ یہ شعر ایک دم سپاٹ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھ کر سادہ نثر بہ نظم کر دیا ہے۔ اس کو کہہ کر دوں کہتے چلے جائیے سے

جو ہے کون پہچانوں اس زمانہ میں — کہ باپ باپ نہیں ہے بچہ بچہ بھی نہیں

طالب صاحب آپ نے اس شعر پر اعتراض کر کے خود ہی کر دی اور اپنے ذوق سلیم پر خود ہی ایک ضرب لگائی۔ یہ شعر سہل الممتنع کی حسین مثال ہے اور آپ نے اس شعر کی جو PARODY کی ہے بہ الفاظ دگر اس شعر کا مذاق اڑایا ہے۔ اب رہا سوال "بیٹھ کر سادہ نثر" کا تو غالب کے ان اشعار کے متعلق کیا رائے ہے؟

نہ سنو گر برا کہے کوئی — نہ کہو گر برا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی — بخش دو گر خطا کرے کوئی

کیا اس قسم کے اشعار پر پابندی ہونا چاہیے اور خلاف قانون قرار دیے جائیں؟

عدہ بوقت صبح چمن آنسوؤں کی دنیا — مگر شگفتہ خندہ گل میں چھپا چھپا بھی نہیں

"طالب صاحب کو اس شعر میں جان نظر نہیں آتی" طالب صاحب شعر میں جان تو ہے لیکن دیکھنے کے لیے ذوق سلیم اور نظر درکار ہے۔ صبح کے وقت تمام چمن پر شبنم کے قطرے بکھرے پڑے ہیں جس کو شاعر نے آنسوؤں کی دنیا کہا ہے جو حسن تخیل اور تشبیہ کا حسین ترین نمونہ ہے۔ شعر طرز بیان خیال دونوں اعتبار سے اچھا ہے۔

عدہ شاہ نامہ کہیں ملا ہو — اگر میں کہوں کہ اس نے کہا کبھی نہیں

اس شعر پر صرف یہ اعتراض ہے کہ اردو کے ہر بڑے بڑے شاعر کے یہاں یہ مضمون موجود ہے۔ اس شعر میں شاعر صرف الفاظ کا الٹ پھیر کیا ہے، مضمون اور خیال دوسروں کا ہے" طالب صاحب اس شعر پر آپ نے جس قسم کا اعتراض کیا ہے اس عیب سے تو اردو کی شاعری کا زیادہ تر حصہ بھرا پڑا ہے کیا آپ اردو کے کسی ایسے شعراء حضرات کے دو چار نام بتائیں گے جن کی شاعری میں تمام تر مضامین اور خیالات ان کے ذاتی ہوں؟

عدہ چمک اسی میں تب و تاب حسن و عشق میں ہے
زمیں کا درد کچھ اتنا دبا دبا بھی نہیں

اعتراض ہے چمک درد میں بھی ہوتی ہے اور حسن و عشق میں بھی لیکن زمین کے درد کی چمک حسن و عشق کے تب و تاب میں کیسے پہنچ گئی؟ تب و تاب کے معنی خود چمک کے ہیں اس لیے چمک میں چمک بھی ایک طرفہ تماشا ہے۔" اس کے جواب میں ایک مصرع سنئے۔

مصرع "یہ عشق نے سمجھا ہے یا یہ عقل سے پنہاں ہے"

عدہ تری نگاہ سے دنیا کو اک شکایت ہے
بجا بجا یہ شکایت بجا بجا بھی نہیں

اعتراض یہ ہے کہ پہلو ہی ٹھیک ہے باقی تین بجا بے مصرف اور مہمل ہیں۔ ردیف و قافیہ معنی نہیں دیتے۔ اعتراض درست نہیں شعر مکمل ہے۔

عدہ نہیں اک نگاہ کی پرچھائیاں بقا و فنا
بقا بقا بھی نہیں ہے فنا فنا بھی نہیں

طالب صاحب میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کی پسند کا کیا معیار ہے؟ کتنے اچھے شعر پر آپ کو اعتراض ہے اور لطف یہ کہ آپ خود ہی تو فرما رہے ہیں کہ "بقا و فنا نگاہ یار کے اشارے ہیں" اور خود ہی بقا کے بقا نہ ہونے اور فنا کے فنا نہ ہونے کی دلیل اور ثبوت طلب کر رہے ہیں۔

عدہ مجھے سدا سدا حسن و عشق کہتے ہیں
ہزار بار یہ جھگڑا چکا چکا بھی نہیں

اعتراض ہے اس شعر میں لفظ بھی کی ضرورت نہیں بھی کی جگہ "ہی" ہوتا۔ شاعر کہنا یہ چاہتا ہے کہ حسن و عشق کا جھگڑا ہزار بار چکا لیکن آج بھی قائم ہے اس لیے چکا بھی نہیں اپنی جگہ بالکل درست ہے۔

عدہ وہ آنکھ کھینچتی ہے ایسے کو کہ جھکا ہے
فراق آدمی ہے کہیں اتنا بھی نہیں

اعتراض ہے جو آدمی اتنا ہو بھی اور نہیں بھی ہو سکتا مشکل سے سمجھ میں آتا ہے اس کا کوئی جواز نہیں اگر شاعر نے پھر دوسری جگہ جھکا نہ کہا ہو تو اعتراض بجا ہے۔

اگر دوسرا مصرع یوں ہوتا
ع - فراق آدمی ہے برا اس اتنا بھی نہیں"
تو شعر کا لطف اور بڑھ جاتا

مراسلات

دو پتے مطلوب ہیں

(۱) شمس العلماء مولوی نذیر احمد مرحوم نے انیسویں صدی کے شروع میں کوئی ہفتہ وار اپنی نگرانی و سرپرستی میں دار العلوم کے نام سے دہلی سے نکلوایا تھا اور زیادہ تر مرزا حیرت کے جواب میں۔ میری نظر سے کوئی پرچہ اس کا نہیں گزرا۔ لیکن روایت اپنے لڑکپن میں کسی معتبر بزرگ سے سنی تھی۔ کوئی واقف کار صاحب مطلع فرمائیں کہ کہیں کوئی کاپی اس کی مل سکتی ہے۔ شاید کہ دہلی کی کسی پرانی لائبریری یا پٹنہ کی مشہور لائبریری سے پتا لگ جائے۔

(۲) اپنے بچپن میں والد مرحوم کے پاس ایک ڈکشنری پاور ڈکشنری کے نام سے دیکھی تھی اور اس سے کام بھی بہت لے لیا تھا۔ انگریزی سے اردو، اور اردو سے انگریزی دونوں میں تھی، اور رسم خط رومن تھا۔ مصنف کا نام کیرے وں (؟) تھا۔ جلد کو ہمارے ہاں محفوظ نہ رہی۔ ممکن ہے کہ اس کا کوئی نسخہ کسی صاحب کے علم میں ہو۔

(عبد الماجد دریابادی۔ بارہ بنکی)

حضرت فراق کی غزل اور آغا خلش کاشمیری کا مراسلہ

ہماری زبان کا شمارہ یکم نومبر ۶۶ء موصول ہوا۔ اس میں جناب آغا خلش کاشمیری نے جناب فراق کی ایک غزل کے بارے میں مخالفانہ اظہار خیال فرمایا ہے۔ غزل محولۂ بالا تلاش کے باوجود اس وقت دستیاب نہ ہو سکی۔ اس پر اظہار خیال پھر کیا جائے گا لیکن اس کارڈ میں جناب خلش کو ادھر متوجہ کرنا ضروری معلوم ہوا کہ عروض اور علم نحو میں جو فرق ہے اسے انھوں نے بالکل ہی نظر انداز فرما دیا۔ بدل اشتمال یا بدل بعض، بدل غلط کو علم عروض سے کوئی تعلق نہیں۔ بدل کل، بدل بعض وغیرہ علم نحو کی اصطلاحات ہیں۔ ایسی صورت میں آن کی حسب ذیل عبارت کا مطلب آخر میں کیا ہوگا "کتب عروض کی شہادت ہے کہ مسند الیہ جب مبدل منہ ہوتا ہے تو شاعر بدل لے آتے ہیں اور اہل عروض اسے بدل کل کہتے ہیں۔ بدل کی عروض میں تین قسمیں بتائی گئی ہیں، ۱۔ بدل بعض ۲۔ بدل اشتمال۔ ۳ بدل غلط۔ الخ۔"

ممکن ہے جناب خلش کاشمیری کا اصل مقصد سمجھ سکنے میں میری قصور فہم کو دخل ہو اس لیے میری گذارش ہے کہ جناب خلش صاحب اس کی توضیح فرمادیں ورنہ ان کے مراسلے کا بیشتر حصہ مبہم ہو کر رہ جائے گا۔

ایک بات اور، جناب خلش کا لہجہ بھی ذرا غیر ادبی ہے۔ آپ کسی سے مرعوب نہ ہوں، یہ بڑی اچھی بات ہے مگر ان فقروں سے اصل مقصد کو کیا قوت پہنچی: "فراق صاحب کو سطحی شیخیاں نہ بگھارنا چاہیے" "ایک خود فریب بڑھ ہے" وغیرہ

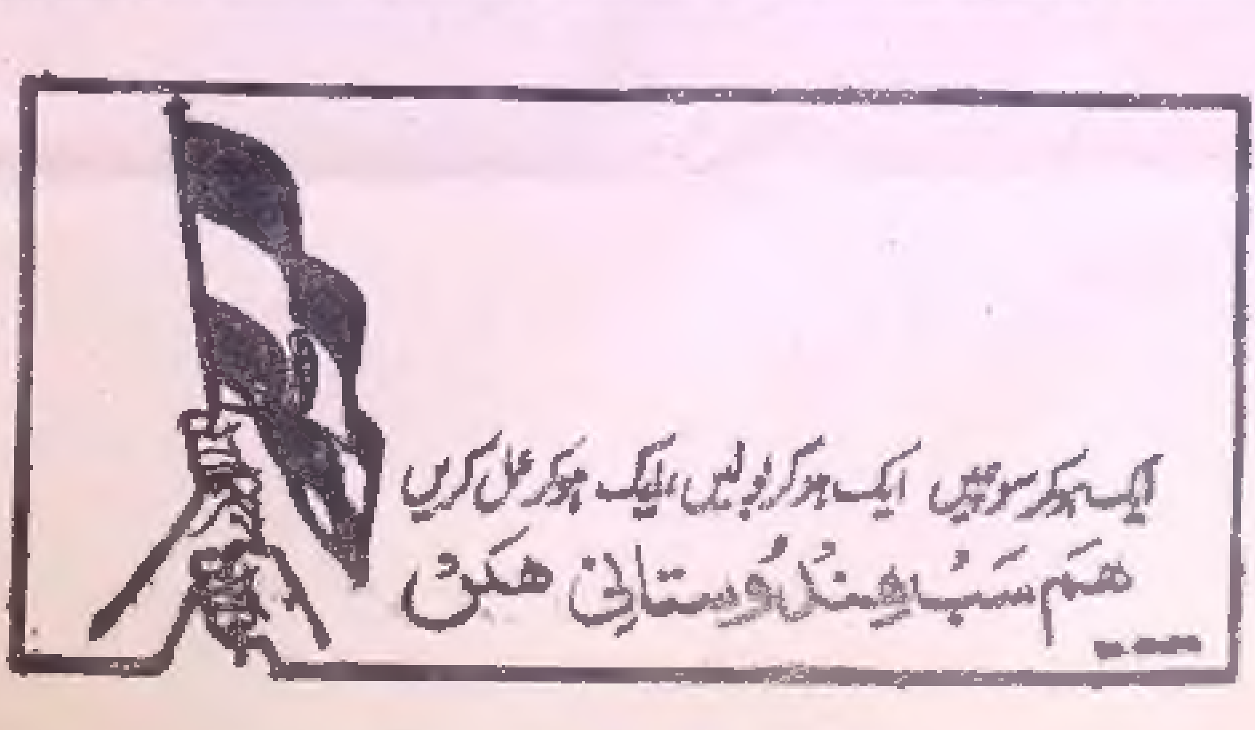
جناب خلش نے انجمن ترقی اردو چنڈی گڑھ کی ایک معمولی لفظی فروگذاشت کرتے ہوئے "میں معروض ہوں" استعمال فرمایا ہے۔ "معروض ہوں" مجھے غلط معلوم ہوتا ہے۔ یوں کیوں نہ کہا جائے "یہ عرض ہے"

(سید اختر علی تلہری۔ لکھنو)

"ہماری زبان"

کو مضامین و مراسلات بھیجتے وقت یہ خیال رکھیں کہ وہ کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوں۔

ادارہ



انجمن ترقی اردو لکھنؤ کی طرف سے دفاعی فنڈ کے لیے مشاعرہ

لکھنؤ، یکم نومبر۔ انجمن ترقی اردو لکھنؤ کی جانب سے ایک شاندار دفاعی مشاعرہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو بیگم حضرت محل پارک میں ایک شامیانہ میں رانی رام کمار بھارگوا کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اور اس کا افتتاح جناب حیات اللہ انصاری ایڈیٹر قومی آواز نے کیا۔ کیپٹن وی۔ آر۔ موہن ایم۔ ایل۔ سی و سابق میئر و صدر انجمن ترقی اردو لکھنؤ نے صدر استقبالیہ کی حیثیت سے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ دفاعی مشاعرہ کے سلسلہ میں انجمن ترقی اردو نے رزمیہ نظموں کا مجموعہ "شمشیر ہندوستان" کی پانچ سو کاپیاں ایک ہزار روپیہ مالیت کی ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی جنرل سکریٹری انجمن نے شری سی۔ بی۔ گپتا سابق چیف منسٹر و چیرمین شہری کونسل اتر پردیش کو محاذ کے جوانوں کے واسطے پیش کیں۔ اس پیشکش میں سردار جسونت سنگھ نے بھی حصہ لیا۔ شری سی۔ بی۔ گپتا نے اپنی تقریر میں کہا کہ میں نہ کوی ہوں نہ شاعر اس لیے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ شعرا نے اس میں کیسے اظہار جذبات کیے ہیں لیکن میں کویوں اور شعرا دونوں کو یہ مشورہ ضرور دوں گا کہ وہ اس حقیقت کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ ہماری لڑائی پاکستانی عوام سے نہیں ہے اس لیے پاکستانی عوام کے خلاف نفرت کا کوئی شائبہ بھی نظموں میں نہیں ہونا چاہیے۔ جناب حیات اللہ انصاری نے کہا کہ چینی جارحیت کے موقع پر بھی شعرا نے رزمیہ نظمیں کہی تھیں مگر پاکستانی جارحیت کے مقابلہ میں شعرا نے اپنے ملک کی دفاع جمہوریت اور نامذہبی جمہوریت اور سالمیت کے سلسلہ میں بہت کچھ کہا ہے اور ان کے جذبات قابل قدر ہیں۔ رانی رام کمار بھارگوا نے اپنی تقریر میں کہا کہ ان کے خاندان کے مورث اعلیٰ منشی نولکشور آنجہانی تھے اور ان کے متعلق ساری دنیا جانتی ہے کہ انھوں نے کتنی خدمت اردو کی کی ہے انھیں اردو فارسی، عربی سے گہرا لگاؤ تھا اور اسی نسبت سے غالباً مجھے اس مشاعرہ کی صدارت کے لیے منتخب کیا گیا ہے آپ نے منتظمین اور شعرا کو پاکستانی جارحیت کے خلاف اس ادبی مورچہ پر مبارکباد پیش کی۔ صدر انجمن کیپٹن وی۔ آر۔ موہن ایم۔ ایل۔ سی جو ابھی حال میں لاہور سکٹر سیالکوٹ وغیرہ کے اگلے مورچوں کا دورہ کرکے واپس ہوئے ہیں اپنی دورہ کی تفصیل بتاتے ہوئے حوالدار شہید عبدالحمید اور ان کے ۲۲۵ مسلمان ساتھیوں کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ ایک خدائی مدد تھی جس نے امرتسر کو بچا لیا اور پاکستانی افواج آگے نہ بڑھ سکیں۔ شہید عبدالحمید نے امریکی پیٹن ٹینکوں کو کھلونے کی طرح اپنی گولیوں سے اڑا دیا اور ایسا کارنامہ انجام دیا جس پر ہم سب کو فخر ہے۔ اس کے بعد امین سلونوی کنوینر مشاعرہ نے مشاعرہ کا آغاز کیا اور شعرا کو نظم خوانی کے لیے ڈائس پر مدعو کرنا شروع کیا اور یہ سلسلہ شام کے آخری حصہ تک جاری رہا اور تقریباً ۳۰ مشاہیر شعرا نے جس میں بیرونی اور مقامی دونوں شامل تھے اپنی رزمیہ نظمیں پیش کیں۔ سامعین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی جس میں ہر طبقہ کے لوگ تھے۔ (نامہ نگار)

دلی کارپوریشن کے پرائمری اردو اسکولوں میں اردو ٹیچروں کی کمی

انجمن ترقی اردو دلی شہر کی طرف سے میونسپل کمشنر کو میمورنڈم

دہلی، ۱۰ نومبر۔ انجمن ترقی اردو دلی شہر کی طرف سے دلی میونسپل کارپوریشن سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ کارپوریشن کے ان پرائمری اسکولوں میں جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہے اردو اساتذہ کی کمی کو پورا کرے اور اردو پرائمری اسکولوں میں بچوں کی تعداد کے مطابق اردو ٹیچروں کا انتظام کرے۔ یہ مطالبہ ایک میمورنڈم میں کیا گیا ہے جو کہ انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری بہار برنی نے میونسپل کمشنر کو دیا ہے۔ میمورنڈم میں ان شکایتوں کی تحقیقات کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ کارپوریشن یا محکمہ تعلیم اس بنیاد پر کہ اردو ٹیچر ملتے نہیں ہیں اردو اسکولوں کی طرف سے اردو ٹیچروں کی مانگ کو مسترد کر رہا ہے۔ میمورنڈم میں میونسپل کمشنر کو توجہ دلائی گئی ہے کہ ٹیچروں کی کمی کے سبب اردو پڑھنے والے بچوں کو مشکلات پیش آتی ہیں جن کا سدباب کیا جانا چاہیے۔ میمورنڈم میں اس شکایت کی تحقیقات کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ محکمہ تعلیم اردو ٹیچروں کی مانگ کو ہندی جاننے والے ٹیچروں سے پورا کرتا ہے جب کہ ویٹنگ لسٹ میں اردو ٹیچروں کے نام بھی موجود ہیں۔

(الجمعیۃ، دہلی)

بہار سرکار کے رویہ کے خلاف انجمن ترقی اردو کا احتجاج

بہار شریف (بذریعہ ڈاک) ۳ نومبر کو انجمن ترقی اردو کا ایک ہنگامی جلسہ زیر صدارت مولوی محمد مہدی حسن صاحب ایڈوکیٹ صدر انجمن ترقی اردو بہار برانچ بمقام بہار اردو لائبریری منعقد ہوا۔ اس احتجاجی جلسہ میں مڈل اگزامنیشن بورڈ کے خلاف سخت غم و غصہ کا اظہار کیا گیا اور بورڈ کی غیر ذمہ دارانہ حرکت کی سخت مذمت کی گئی حقیقت میں دستوری لسانی تحفظ کے باوجود غیر ہندی داں طلبا کو درجہ ہفتم کے بورڈ کے امتحان میں تمام پرچوں کے سوالات ان کی مادری زبان کے بجائے سنسکرتی ہندی میں دے کر نہ صرف ان کو اچھا نتیجہ کرنے سے محروم رکھا گیا بلکہ اکثر و بیشتر کو تو پاس تک ہونے میں رکاوٹیں ڈالی گئیں۔ ایک طرف تو کورس کی تمام کتابیں ان کی مادری زبان میں ہی پڑھائی گئیں اور دوسری طرف سوالات ان کی مادری زبان میں نہ آ کر ایسی ہندی میں آئے شروع سے جس کو ہندی کے بجائے سنسکرت کا نام بجا طور پر دیا جا سکتا ہے۔ اس سے ایک معمولی سمجھ بوجھ کا آدمی بھی بہ آسانی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ سب ایک سوچی سمجھی اسکیم تھی اس مذموم حرکت میں انھیں کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے کیونکہ تمام بچوں نے یا تو سرے سے جواب ہی نہیں لکھا یا غلط جواب لکھ کر چلے آئے خاص طور سے حساب کے پرچے کے وقت تو ان بچوں کو امتحان ہال ہی میں روتے ہوئے دیکھا گیا۔

اس احتجاجی جلسہ میں مندرجہ ذیل تجاویز بالاتفاق رائے منظور کی گئیں۔

(۱) مڈل اگزامنیشن بورڈ کا یہ امتحان جو ۲۰ نومبر ۱۹۶۵ء سے شروع ہو رہا ہے، مسترد کیا جائے۔

(۲) غیر ہندی داں طلباء کا امتحان ان کی مادری زبان میں سوال دے کر لیا جائے۔

(۳) اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ اور متعصبانہ حرکت پھر کبھی نہ ہو۔ (دعوت۔ دہلی)

شاخ محبوب نگر کے ایک رکنی وفد سے ناظم تعلیمات کی ملاقات

محبوب نگرہ ر نومبر آج صبح کے ۸ بجے جناب ایم وی راج گوپال ناظم تعلیمات سے پولیس گسٹ ہاؤس میں انجمن ترقی اردو ضلع محبوب نگر کے ایک رکنی وفد نے ملاقات کی اور ایک یادداشت اردو زبان میں پیش کرتے ہوئے بتایا کہ مدارس فوقانیہ نسواں محبوب نگر اور بادے پلی میں اعلیٰ ریاضی اور سائنس کے اردو داں گریجویٹس کا انتظام ایک عرصہ سے نہیں ہوا ہے تعلیمی سال کی معیاد نصف سے زائد ختم ہو چکی ہے ان مضامین میں طلباء اور طالبات کی تعلیم صفر کے برابر ہے ایسے میں یہ توقع رکھنا عبث و خیال خام ہے کہ تعلیم کا معیار بلند ہو اور نتائج اطمینان بخش سطح پر پہونچ سکیں، وفد نے بتایا کہ مدارس فوقانیہ نرل ناتھ گٹہ، مڈل اسکول نسواں کھنہ پالمور، فوقانیہ ذکور مدینہ مسجد، تحتانیہ رامیا باولی، ایرنا پیٹھ اور تحتانیہ مرکزی نسواں محبوب نگر میں اردو داں اسٹاف کی ماموری میں بخل سے کام لیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے تعلیم کا معیار بے حد متاثر ہو رہا ہے اردو میڈیم مدارس میں تلگو داں اور تلگو میڈیم مدارس میں اردو داں اسٹاف کی تعیناتی حیرت ناک ہے اور سررشتہ تعلیم کے عہدہ داروں کے اس حسن انتظام کے بعد معیار تعلیم کی برقراری کی توقع کتنا بڑا دھوکا ہے وفد نے مزید بتایا کہ مدارس سے اردو جماعتوں کی برخواستگی کی شکائتیں اب بھی وصول ہو رہی ہیں ضلع کی سطح پر اس سلسلے میں کوئی تدارک کرنے والا نہیں ہے۔

(۱۷) تلگو پنڈتوں کے انتظام کے ساتھ اردو پنڈتوں کے انتظام کو نظر انداز کیا گیا ہے تلگو پنڈتوں کو اردو میڈیم مدارس میں مامور کیا جا رہا ہے اس سے طلباء کو کیا فائدہ حاصل ہوگا سررشتہ تعلیم خود غور کر سکتا ہے۔ وفد نے مطالبہ کیا کہ اردو مدارس کے تعلیمی معیار کی برقراری کے لیے اردو داں اسٹاف کی تعیناتی بہ جماعتوں کی کما حقہ تنقیح و نگرانی کا موثر انتظام کیا جائے۔ باور کیا جاتا ہے کہ جناب ناظم صاحب تعلیمات نے ہمدردانہ غور کرنے کا یقین دیا اور ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل آفیسر کو جو اس وقت موجود تھے ہدایت دی کہ اردو زبان میں پیش کردہ یادداشت کا انگریزی میں ترجمہ کرایا جا کر پیش کیا جائے۔

انجمن ترقی اردو (ہند) کے دفتر میں عالیجناب علی یاور جنگ کا خیر مقدم

علی گڑھ۔ ۲۲ نومبر ۱۹۶۶ء۔ آج شام کو ساڑھے چار بجے انجمن ترقی اردو (ہند) کی خصوصی دعوت پر عالیجناب نواب علی یاور جنگ وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی انجمن کے دفتر میں تشریف لائے موصوف نے انجمن کے مختلف شعبوں کا بڑی دلچسپی سے معائنہ کیا، نیز انجمن کا کتب خانہ اور مخطوطات و نوادر کا ذخیرہ، انجمن کی شائع کردہ مطبوعات اور مجوزہ اردو لغت کے مسودے بھی ملاحظ فرمائے۔ اس موقع پر آپ کے اعزاز میں انجمن کی طرف سے ایک عصرانہ بھی دیا گیا جس میں علی گڑھ کے ادیبوں اور مصنفوں کے علاوہ مولانا عبدالماجد دریابادی اور مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی نے بھی شرکت کی۔

پروفیسر آل احمد سرور جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) نے نواب علی یاور جنگ کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ "انجمن ترقی اردو نے اردو زبان کی جو خدمت کی ہے اور اس کے علمی و تصنیفی سرمائے میں جو گراں قدر اضافہ کیا ہے اس کا اعتراف عام طور پر کیا جاتا ہے۔ آج سے دس سال پہلے جب انجمن کے کاموں کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی اس وقت اردو زبان نئے حالات اور نئے مسائل سے دوچار تھی۔ آزادی کے بعد ہندوستان میں جمہوریت اور سیکولرازم کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی ہے اور نئے آئین کی رو سے اس بات کا موقع فراہم کیا گیا ہے کہ ہمارے ملک کی مشترکہ تہذیب اور اس کے رنگا رنگ عناصر اپنی اپنی جگہ پر پھلیں پھولیں لیکن بدقسمتی سے جمہوریت کا یہ احساس ابھی عام نہیں ہوا ہے اور ہماری راہ میں بہت سے تعصبات حائل ہیں۔ میں اس بات کا قائل ہوں کہ عبوری دور میں ہم انگریزی زبان کا جتنا بھی سہارا لیں لیکن بالآخر ملکی زبان کو ہی ملک کا ذریعۂ اظہار بننا ہے ہندی ہماری سرکاری زبان ہے اور اسے سرکاری زبان ماننے سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا لیکن دوسری علاقائی زبانیں بھی ہماری قومی زبانیں ہیں اور وہ ہماری تہذیبی عظمت اور اس کی رنگارنگی کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان سب زبانوں کو ترقی دینا اور ان کی ترقی کے لیے راستہ ہموار کرنا ہی ملک کی بہی خواہی ہے خود ہندی کی زبان بھی اسی صورت میں زیادہ پھل پھول سکتی ہے جب اس کے آس پاس کی دوسری زبانوں کو بھی پنپنے کا موقع دیا جائے۔ اس حقیقت کا اعتراف پنڈت جواہر لال نہرو جیسے رہنما نے کیا تھا اور انھوں نے اپنی زندگی میں اس کی طرف بار بار توجہ دلائی تھی۔ اردو زبان کا جہاں تک تعلق ہے یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ ہندی سے سب سے زیادہ قریب ہے اور اس کی ترقی سے خود ہندی

زبان ترقی کرسکتی ہے۔ لیکن ہمارے بعض نادان سیاست دانوں نے اس مسئلے پر اچھی طرح غور نہیں کیا ہے اس لیے عموماً ان کے یہاں تنگ نظری اور تعصب پایا جاتا ہے۔ اردو کے حامی بھی اس کے ردِ عمل میں بعض اوقات بے جا جوش اور شدت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ انجمن کی کارگزاری اسی لیے ایسے لوگوں کے لیے مشتبہ ہیں کیونکہ انجمن اردو زبان کی حمایت کے لیے غیر قانونی اور غیر جمہوری طریقے اختیار کرنا نہیں چاہتی۔ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اردو زبان کے لیے ہم مظاہرے کریں، بھوک ہڑتال کریں یا آگ میں جل کر اس سے اپنی محبت کا اظہار کریں لیکن انجمن کا مسلک اس سلسلے میں زیادہ دور بینی کا ثبوت دیتا ہے۔ ہم نے تعمیری کاموں کے ذریعہ اردو زبان کی اہمیت اور اس کی تہذیبی قدر و قیمت کا احساس دلانے کی کوشش کی ہے اور آئینی طور پر اس کے حقوق کے لیے جدوجہد کی ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہمیں اپنے مقصد میں خاصی کامیابی ہوئی ہے اور اس درمیان میں رائے عامہ میں بڑی تبدیلی ہوئی ہے۔

سرور صاحب نے آگے چل کر کہا کہ "آپ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں اور یہ بات مجھ سے زیادہ آپ خود جانتے ہیں کہ علی گڑھ محض ایک یونیورسٹی یا تعلیمی درسگاہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک علمی اور تہذیبی تحریک بھی رہی ہے۔ اس اعتبار سے علی گڑھ اور اردو زبان لازم و ملزوم ہیں۔ سرسید کے دور سے اس ادارے کی ایک علمی روایت رہی ہے۔ اس یونیورسٹی کے سربراہ کا یہ فرض ہے کہ اس صحت مند روایت کو آگے بڑھانے کی کوشش کرے۔ یہ بات ہم سب کے علم میں ہے کہ آپ نہ صرف ایک نامور ماہر تعلیم ہیں بلکہ آپ کو علمی و ادبی کاموں سے خاص شغف ہے اور عثمانیہ یونیورسٹی میں تصنیف و تالیف کے کام کی آپ نے جو روایت قائم کی تھی اس کا ہم سب کو اعتراف ہے۔ اس لیے آپ سے ہم توقع رکھتے ہیں کہ آپ علی گڑھ یونیورسٹی میں اس طرح کے کاموں کی ہمت افزائی کریں گے۔ اور انجمن ترقی اردو آپ کی رہنمائی میں اپنے بہت سے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکے گی۔ انجمن نے اردو کے ایک جامع لغت کی اسکیم بنائی تھی اور اس سلسلے میں خاصا کام ہو چکا ہے وسائل کی تنگی کی وجہ سے اس کام کی تکمیل میں دیر ہو رہی ہے [illegible] علی گڑھ یونیورسٹی میں آہستہ آہستہ ایسی فضا تیار کرنے کی ضرورت ہے کہ آگے چل کر ہم کچھ دنوں کے بعد اس یونیورسٹی میں اردو زبان کو بھی ذریعۂ تعلیم بنا سکیں۔ اس کے لیے ہمیں علمی اور سائنسی کتابوں کے ترجمے اور بعض موضوعات پر اردو میں طبع زاد [illegible] معیاری کتابوں کی ضرورت ہوگی۔ اگر یونیورسٹی اس طرح کا منصوبہ بنائے تو انجمن کی طرف سے میں آپ سے تعاون و اشتراک کا یقین دلاتا ہوں۔"

نواب علی یاور جنگ صاحب نے اپنی جوابی تقریر میں کہا کہ میں انجمن کا اور پروفیسر آل احمد سرور کا مشکور ہوں کہ انھوں نے مجھے اس بات کا موقع دیا کہ میں اس ادارے کو قریب سے دیکھوں۔ انجمن ترقی اردو نے علم و ادب کی جو زبردست خدمت کی ہے وہ ہم سب کے لیے باعثِ فخر ہے۔ میں اپنی طرف سے بھی اور یونیورسٹی کی طرف سے آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ انجمن اردو زبان کی علمی ترقی کے لیے جو بھی منصوبہ بنائے گی ہم اس کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔ مجھے تو یہ کہنا ہے کہ اردو زبان کی ترقی کے لیے ہماری یونیورسٹی کو جو کچھ کرنا چاہیے وہ ہم نے اب تک نہیں کیا ہے حالانکہ ۱۹۶۱ء کی انکوائری کمیٹی کی رپورٹ میں یونیورسٹی کو جو مشورے دیے گئے تھے اس میں یہ بات بھی تھی کہ یونیورسٹی اردو زبان کو خاص طور پر فروغ دے۔ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یونیورسٹی کے تمام اربابِ حل و عقد نیز کورٹ، ایگزیکٹیو اور اکیڈمک کونسل کے ممبران کا یہ فرض ہے کہ شعبۂ اردو تصنیف و تالیف کا جو بھی منصوبہ بنائے اس کو عمل میں لانے کے لیے ہر قسم کی مدد کریں۔ اردو ہندوستان کی چند بڑی اور اہم زبانوں میں سے ہے اور اس کا علمی اور ادبی سرمایہ اتنا جاندار اور وسیع ہے کہ اس پر پورے ملک کو ناز کرنا چاہیے۔ اس زبان کی حفاظت اور اس کی ترقی اپنے وطن کی ترقی ہے۔ ہندوستان میں یا یو۔پی میں جہاں اس کی جڑیں بہت گہری ہیں اردو کو پھلنے کا موقع نہیں دیا جاتا تو یہ بڑی قابلِ افسوس اور شرمناک بات ہے۔

میں آپ کو ایک بار پھر یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اردو کی ترقی کے لیے جو کام بھی ہوگا میں اس میں عملی طور پر حصہ لینے کے لیے تیار ہوں اور مجھے یہ بھی توقع ہے کہ اس کام میں حکومتِ ہند بھی ہماری ہر طرح ہمت افزائی کرے گی۔

(نامہ نگار)

تبصرے

شہباز

میرے گذشتہ روز و شب ۔ جگن ناتھ آزاد

ضخامت ۶۲ صفحات ۔ قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے

ملنے کا پتہ : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۔ جامعہ نگر دہلی

"میرے گذشتہ روز و شب" اردو کے مشہور شاعر جناب جگن ناتھ آزاد کی ادبی و علمی زندگی کے کچھ واقعات کا مرقع ہے جو ان کے فن کے ارتقاء کو سمجھنے میں بڑا مددگار ثابت ہوگا۔ اس میں انھوں نے بڑے شگفتہ اور پراثر انداز میں ان تمام حالات و واقعات کی طرف بلیغ اشارے کئے ہیں جو ان کی ذہنی اور جذباتی زندگی پر اثر انداز ہوئے۔ اس میں جگہ جگہ بہت سے بزرگ اور مشہور ادیبوں اور آزاد کے معاصرین کا تذکرہ اور ان کے بعض دلچسپ لطیفے اور سفر کے بھی درج ہیں جن سے ان ادیبوں اور شاعروں کی شخصیت پر روشنی پڑتی ہے اور پنجاب کے ادبی ماحول کا ایک دلکش نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

ضرب آتشیں ۔ قمر ساحری

ضخامت ۱۱۲ صفحات ۔ قیمت دو روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ : مکتبہ سعدی ۳۳ ا نیو بلڈنگ ، اعظم آباد حیدرآباد ۲۰ آندھرا۔

قمر ساحری حیدرآباد کے مشہور ترقی پسند شاعر ہیں۔ ضرب آتشیں ان کی منتخب نظموں، غزلوں اور متفرق اشعار کا مجموعہ ہے جیسا کہ اس مجموعے کے نام سے ظاہر ہے۔ اس میں شامل بیشتر تخلیقات کا موضوع انقلاب اور اسلوب خطیبانہ ہے لیکن یہ بات قابل قدر ہے کہ قمر ساحری صاحب نے موضوع اور اسلوب کی اکائی کو ٹوٹنے نہیں دیا ہے اور جمالیاتی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔ سجاد ظہیر صاحب نے اپنی مختصر رائے (ایک بات) اور ع۔ انصاری صاحب نے اپنے تفصیلی دیباچہ (اچھے شعر کا مسئلہ) میں قمر ساحری کے انفرادی لب و لہجہ کا بڑی خوبصورتی سے تجزیہ کیا ہے۔ ضرب آتشیں کی نظموں میں "سراب" "شہر خاک" "اجنبی کہوٹ" اور "مرحوم" بلیغ اور موثر نظمیں ہیں۔ غزلوں کے چند اشعار بھی ملاحظہ کیجئے:

سر اٹھا جہاں اندھیرا ملا ہے
وہیں ہم نے جلائی ہے قندیل

سچ تو یہ ہے کہ کسی نے اسے سمجھا بھی نہیں
زندگی خواب ہے دیوانے کا اب بھی نہیں

روشن ہوئی جاتی ہیں زمانے کی فضائیں
آواز ہے میری کہ کرن پھوٹ رہی ہے

قدم قدم پہ ابھرتے تھے روشنی کے بھنور
نہ جانے کون اندھیروں میں میرے ساتھ رہا

مرحوم دلّی کی ایک جھلک ۔ مرتبہ شمیم احمد

صفحات ۱۲۲ ۔ قیمت دو روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ : ادارہ ادبیات دلی ۲۰۰۹ قاسم جان اسٹریٹ دہلی ۶

حال کو سمجھنے اور مستقبل کی تشکیل کرنے کے لیے ماضی کا عرفان ضروری ہے۔ اس ضرورت کے احساس کی کمی بعض اوقات بڑی بڑی گمراہیوں کا سبب بن جاتی ہے۔ ہندوستان کو جدید دور کی برکتوں سے مالا مال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہندوستان کے مخصوص مزاج کو سمجھا جائے۔ زیر تبصرہ کتاب "مرحوم دلی کی ایک جھلک" اس سمت میں ایک قدم ہے۔ اس میں مرحوم دلی کی تہذیب سے متعلق ان ادبی مضامین کو یکجا کر دیا گیا ہے جو دلی کے مشہور ادیبوں نے وقتاً فوقتاً لکھے تھے اور جو ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ مضامین کے انتخاب اور ترتیب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ ان سے مجموعی طور پر مرحوم دلّی کی تہذیب کی خصوصیت سامنے آجائیں۔ جن ادیبوں کے مضامین اس کتاب میں شامل ہیں ان کے نام یہ ہیں: اشرف صبوحی دہلوی، فیض احمد دہلوی، ناصر نذیر فراق دہلوی، آغا حیدر حسن دہلوی، میر باقر علی دہلوی، ملا واحدی دہلوی، شاہد احمد دہلوی، خواجہ محمد شفیع دہلوی، سعید یوسف بخاری دہلوی، عبد المغنی دہلوی۔ تعارف پروفیسر ضیاء احمد بدایونی اور مقدمہ سید ضمیر حسن دہلوی نے لکھا ہے۔ شمیم احمد صاحب اس مفید کتاب کی ترتیب کے لیے ہر طرح ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔

ٹونک کے جشن میلاد النبیؐ کی ایک جھلک ۔

سید منظور الحسن برکاتی

قیمت اور ملنے کا پتہ درج نہیں ہے۔

۴۰ صفحے کا یہ کتابچہ ٹونک کے جشن میلاد النبیؐ کی دلچسپ رپورٹ ہے جس میں میلاد کا آنکھوں دیکھا حال اور میلاد کے انعقاد و انتظام میں دلچسپی لینے والوں کے نام اور کام سلیقے سے درج کئے گئے ہیں۔

—x—

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، [illegible] قریشی نے [illegible] میں چھپوا کر دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا